چوتھی صدی ہجری کا شہرۂ آفاق شاعر

ابو الطیب المتنبی

از مسعود انور علوی

نام و نسب ابو الطیب احمد بن الحسین بن عبدالصمد الجعفی الکندی ۳۰۳ھ میں کوفہ کے مشہور محلہ کندہ میں پیدا ہوا[1]۔ ذکری ابی الطیب بعد الف عام میں بھی اس کی تائید ہے۔ جوزف الہاشم نے لکھا ہے کہ ۳۰۳ھ میں احمد بن الحسین بن الحسن الجعفی محلہ کندہ کے ایک نادار و مفلس گھر میں پیدا ہوا[2]۔ اکثر لوگوں نے دادا کا نام عبدالصمد لکھا ہے جس کی تائید جرجی زیدان و زکی مبارک[3] نیز علامہ یوسف بدیعی[4] نے کی ہے۔ عمر فروخ نے لکھا ہے: ھو ابو الطیب احمد بن الحسین بن الحسن بن عبدالصمد الجعفی[5] الخ۔

۱۔ تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ ج ۲ صفہ ۲۸۵ اور ذکری ابی الطیب صفہ ۴۰۔

۲۔ ابو الطیب المتنبی صفہ ۱۶ ۳۔ المتنبی صفہ ۲۲

۴۔ الصبح المنبی عن حیثیۃ المتنبی صفہ ۲۰

۵۔ تاریخ الادب العربی ج ۲ صفہ ۴۵۸

جعفی اس کے دادا یا پردادا کا نام تھا جو یمانی قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا اور کوفہ کے محلہ کندہ میں آکر آباد ہوگیا تھا جس کی نسبت سے متنبی کو بھی کندی لکھا جانے لگا۔

اس کے باپ کا بہر حال جو بھی نام ہو وہ "عبدان السقا" کے نام سے مشہور ہوا۔ جرجی زیدان نے لکھا ہے کہ اس کا باپ جامع مسجد میں لوگوں کو پانی پلانے پر مقرر تھا اسی وجہ سے اس کو "عبدان السقا" کہا جاتا تھا[2]، علامہ بدیعی لکھتے ہیں کہ اس کے باپ حسین کو عرف عام میں "عبدان السقا"[3] کہتے تھے۔ متنبی جب اپنے باپ کے ہمراہ کوفہ سے بغداد بھاگ کر پہنچا تو کسی نے اس کی ہجو میں مندرجہ ذیل اشعار کہے تھے جس سے دوران قیام کوفہ اس کے پیشہ کا پتہ چلتا ہے:

أیُّ فضلٍ لشاعرٍ یطلبُ الفضلَ من الناسِ بکرۃً وعشیا

عاش حیناً یبیعُ فی الکوفۃِ الماءَ وحیناً یبیعُ ماءَ المحیا

وہ شخص جو صبح و شام لوگوں سے فضیلت و بزرگی کا خواہاں ہو کیا فضیلت حاصل کر سکتا ہے کہ جب تک کوفہ میں رہا آب فروشی کرتا رہا اور اب آبرو فروشی کرتا پھرتا ہے۔

وہ باپ کی طرف سے جعفی اور ماں کی جانب سے ہمدانی تھا اور دونوں خاندان یمنی تھے لہٰذا اس میں قبائلی عصبیت ہونا فطری تھا۔ اسی لئے اس کی ابتدائی شاعری پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے بہت سے یمنی سرداروں مثلاً ابوشجاع بن محمد الازدی، علی بن احمد الطائی، علی بن یحییٰ، علی بن ابراہیم التنوخی و حسین بن التنوخی کی مدح میں قابل ذکر قصائد کہے لیکن اس کے باوجود اس کی تمام شاعری میں کہیں برملا

۱۔ تاریخ الادب العربی ج ۲ صفحہ ۴۵۸۔

۲۔ تاریخ ادب اللغۃ العربیۃ ج ۲ صفحہ ۲۸۵۔

۳۔ الصبح المنبی عن حیثیۃ المتنبی صفحہ ۲۰۔

یعنی عصبیت کا ذکر نہیں سوا ایک مقام کے جب کسی نے حسین بن اسحاق التنوخی کی ہجو کرکے اسے متنبی کی جانب منسوب کر دیا جس پر برجستہ اس نے کہا:

أبَتْ لكَ ذمّي نخوةٌ يمنيّةٌ ونفسٌ بها في مأزقٍ أبداً ترمي

میری یمنی نخوت نے تجھ جیسے شیر دل اور بہادر نفس کی برائی کرنے سے مجھے روکا جسے تو ہمیشہ گھمسان کی لڑائیوں میں بھلکتا رہتا ہے یعنی اپنی جان تک کی پرواہ نہیں کرتا۔

مؤرخین نے اسی وجہ سے عام طور پر اس کو عربی نژاد لکھا ہے لیکن حیرت یہ ہوتی ہے کہ اس کے ضخیم دیوان میں کہیں اس کا ذکر نہیں ملتا۔ شروع سے آخر تک کسی بھی جگہ نہ اس کے باپ کا تذکرہ ہے اور نہ کہیں اس کے دادا کا ذکر۔ کوئی ایک شعر بھی نہ ان کے بارے میں فخر کا ملتا ہے اور نہ کسی شعر میں ان کی موت پر اظہار حزن ہوتا ہے وہ اپنے کو سیف رمح، یاس اور حرب سے تو منسوب کرتا ہے لیکن کسی ایک جگہ بھی حسین الجعفی وغیرہ سے متعلق نہیں کرتا۔

ابھی وہ چھوٹا ہی تھا کہ اس کی ماں کا انتقال ہو گیا، ماں کے بعد اس کی پرورش کا سارا بوجھ اس کی نانی کے ضعیف و ناتواں کاندھے پر آپڑا جس نے اس کی بڑی نگہداشت کی اسی وجہ سے وہ بچپن ہی سے اس سے بڑا مانوس ہو گیا تھا اور اس کو ہی اپنی ماں سمجھتا۔ غالباً متنبی کے خاندان میں وہی ایسی خوش قسمت ہستی تھی جس کا تذکرہ اس نے اپنے اشعار میں کیا ہے، اس نے امیر حمص سے اس کی قید میں اپنی حالت زار پر توجہ دلاتے ہوئے اپنی نانی کے نام پر رحم کی درخواست کی تھی دیکھئے وہ کہتا ہے[2]:

۱۔ ذکری ابی الطیب بعد الف عام صفحہ ۳۱۔
۲۔ " " " صفحہ ۳۲

بَیدِی اَیُّهَا الاَمِیرُ الاَرِیبُ لَا لِشَیءٍ اِلَّا لِاَنِّی غَرِیبُ
اَو لِاُمٍّ لَهَا اِذَا ذَکَرَتنِی دَمُ قَلبٍ فِی دَمعِ عَینٍ یَذُوبُ

اے لائق امیر میری مدد کیجئے کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ اس لئے کہ میں پردیسی ہوں یا میری اس مہربان ماں کی وجہ سے جو جب مجھے یاد کرتی ہے تو اس کے دل کا خون آنسو بن کر آنکھوں سے بہتا ہے۔

نیز ایک اور قصیدہ میں جو حسین بن اسحاق التنوخی کی مدح میں ہے کہتا ہے:

اَمَنسِیَّ السُّکُونَ و حَضرَمَوتَا وَ وَالِدَتِی وَ کِندَۃَ وَالسَّبِیعَا

اے حسین! تیرے احسانات نے مجھ سے میرا مسکن، حضرموت، میری والدہ، محلہ کندہ اور کوفہ کا گھر سب بھلا دیئے۔

اس نے اپنی ماں (نانی) کا مرثیہ بھی بڑے دل سوز انداز میں لکھا ہے جس میں کل ۴۳ اشعار ہیں اور ہر شعر اس کے دلی جذبات، نفسی کوائف اور غم واندوہ کا آئینہ دار ہے۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ جب وہ مصر سے بغداد بھاگ کر پہونچا تو اپنی نانی کو ایک خط لکھا جس میں راستہ کے حالات و کوائف نیز اتنے عرصہ سے اس سے جدائی و ملاقات کے اشتیاق وغیرہ بڑے عجیب انداز سے ذکر کیا۔ عرصہ دراز سے اس کی نانی کو اس کی خبر نہ تھی اور وہ سخت مضطرب و بے چین تھی جوں ہی اچانک اس کو متنبی کی خیریت کا پتہ چلا فرط خوشی میں اس کے قلب کی حرکت بند ہو گئی۔ متنبی کو جب پتہ چلا تو اس پر غم واندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور اس صدمۂ جانکاہ کا اس کے قلب مضطر پر بڑا اثر پڑا جس کے آئینہ دار اس کے یہ اشعار ہیں:

اَتَاهَا کِتَابِی بَعدَ یَأسٍ وَتَرحَۃٍ فَمَاتَت سُرُورًا بِی فَمُتُّ بِهَا غَمًّا
فَوَا اَسَفِی اَلَّا اُکِبَّ مُقَبِّلًا لِرَأسِکِ وَالصَّدرِ الَّذِی مُلِئَا حَزمًا

وَالاَ اُلاَقی رُوحَ ذَاکَ الطیبِ الذی — کانَ ذکی المسکِ کانَ لہ جسما

فاصبحت استسقی الغمام لقبرھا — وقد کنت استسقی الوغا والقنا لھما

میری زندگی سے مایوسی اور رنج و ملال کے بعد میری نانی کے پاس میرا خط پہونچا تو وہ میری زندگی کی خبر پاکر مارے خوشی کے مرگئی اور میں بھی اس کے غم میں لب گور ہوگیا۔

ہائے افسوس میں تیرے پاس موجود نہ تھا کہ تیرے سر اور سینہ پر جو عقل و دانائی سے پُر تھے منہ کے بل گر کر بوسہ دیتا۔

افسوس میں اس پاک روح سے نہ مل سکا جس کا جسم مشک کا پیکر تھا۔

اب میں ایسا ہوگیا ہوں کہ اس کی قبر کو تروتازہ رکھنے کے لئے ابر سے بارش کا طلبگار ہوں ورنہ پہلے جنگ اور ٹھوس نیزوں سے دشمنوں کے خون کی بارش مانگتا تھا۔

اس سوال کا جواب کہ متنبی نے اپنے باپ دادا کا نام کسی جگہ کیوں نہ لیا یہی ہوسکتا ہے کہ چونکہ وہ ایک نامعروف وغریب ومفلس خاندان سے تعلق رکھتا تھا اس حال میں ممکن ہے اگر وہ اجداد پر فخر کرتا تو اس کا مذاق اڑایا جاتا اور اسے ہدف ملامت بنایا جاتا۔ اگرچہ وہ اپنی قوم وخاندان کو فخر عرب سمجھتا تھا لیکن پھر بھی اپنے لئے باعث شرف وعزت نہیں جانتا تھا۔ وہ اپنے باپ دادا کے بجائے اپنے آپ پر فخر کرتا تھا۔ مندرجہ ذیل اشعار میں اس کی انانیت پورے طور پر جھلک رہی ہے:

لا بقومی شرفت بل شرفوا بی — وبنفسی فخرت لا بجدودی

وبھم فخر کل من نطق الضاد — وعوذ الجانی وغوث الطرید

مجھے اپنی قوم کے ذریعہ شرف حاصل نہیں ہوا بلکہ ان کو میری وجہ سے شرف حاصل ہوا۔ میں اپنی ذات پر فخر کرتا ہوں نہ کہ اپنے آباؤ اجداد پر حالانکہ اُن پر وہ تمام لوگ فخر کرتے ہیں جو ضاد کا صحیح تلفظ کرتے ہیں اور ہر زیادتی کرنے والے کو پناہ

دیتے ہیں اور دنیا کے دھتکارے ہوئے مصیبت زدہ کی فریاد رسی کرتے ہیں۔

علامہ بدیعی لکھتے ہیں کہ ہر جگہ اپنا نسب چھپاتا تھا لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تم ایساکیوں کرتے ہو تو اس نے جواب دیا: انی انزل دائما علی قبائل العرب واحب الا یعرفونی خیفۃ ان یکون لھم فی قومی ترۃ اثا[1]

متنبی کی زمانہ ہی سے اس کے حسب نسب کے بارے میں خوب چہ میگوئیاں شروع ہوگئی تھیں لیکن اس نے انھیں کبھی درخور اعتنا نہ سمجھا۔ بلکہ ہمیشہ یہی کہتا رہا کہ بلند حوصلہ انسان کے لئے ہرگز مناسب نہیں کہ وہ اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرے اور ان کے سہارے دشمنوں پر غلبہ حاصل کرے۔ اس کا کہنا تھا کہ انسان ذاتی فضائل کی بنیاد پر جب دشمنوں پر غلبہ پا سکتا ہے تو کیا ضرورت ہے کہ اجداد کی شرافت و نجابت کے گیت گاتا پھرے۔ اس کا کہنا تھا کہ انسان کی فضیلت و بزرگی مجد و سروری نیز برتری کا دار و مدار اعلیٰ نسبی و حسبی پر نہیں ہے بلکہ یہ چیز اس کے کردار و عمل پر موقوف ہوتی ہے۔

ادی الاجداد تغلبھا کثیرا	علی الاولاد اخلاق اللئام
ولستُ بقانغ من کل فضل	بان اعزی الی جد ھُمام

میں اکثر یہ دیکھتا ہوں کہ آباؤ اجداد کے سہارے جینے والی اولاد میں ذلیل لوگوں کے عیوب پیدا ہو جاتے ہیں۔ میں ہر فضیلت میں اس بات پر قناعت نہیں پسند کرتا کہ وہ میرے بلند رتبہ اجداد کی طرف منسوب کر دی جائے۔

اور دوسری بات کو کس خوبی سے طاہر بن الحسین العلوی کی شان میں مدحیہ قصیدہ میں بیان کر رہا ہے:

۱۔ الصبح المنبی عن حیثیۃ المتنبی صفحہ ۲۰

اذا لم تکن نفس النسیب کا صلہ — فما ذا لذی تغنی کرام المناصب
وما قربت اشباہ قوم اباعدٍ — ولا بعدت اشباہ قوم اقاربِ

جب تک کسی صاحب نسب کا نفس اپنے بزرگوں جیسا نہ ہو تو آباؤ اجداد کے بلند مرتبہ ہونے سے کوئی فائدہ نہیں۔ وہ رشتہ دار اپنے سے قریب نہیں ہو سکتا جو بعید الاخلاق قوم سے مشابہ ہو نہ وہ غیر اپنوں سے دور ہو سکتا ہے جو اپنی جیسی قوم کے اخلاق کے مشابہ ہو۔

یہ بات مسلّم ہے کہ وہ ایک غریب و نادار نیز گمنام و غیر معروف خاندان کا چشم و چراغ تھا لیکن خالص بدوی عرب جو فصاحت و بلاغت میں شہر والوں سے کہیں آگے ہوتے ہیں علامہ بدیعی لکھتے ہیں:

کان ابو الطیب وھو صبی ینزل فی جوار ی بالکوفۃ وکان محبا للعلم والادب، فصحب الاعراب فی البادیۃ وجاء نا بعد سنین بدویا قحًّا[1]

ابو الطیب بچپن ہی سے کوفہ کے اطراف و جوانب میں جایا کرتا وہ علم و ادب کا شیدائی تھا اعرابیوں کے بادیہ میں صحبت اختیار کی پھر مکمل طور پر بدوی بن کر ہمارے پاس آیا۔

تعلیم و تربیت اس کے ابتدائی حالات بہت زیادہ نہ معلوم ہو سکے کتب تواریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی تعلیم عراق میں علویوں کے بعض مدارس میں ہوئی۔ وہیں اس نے لکھنا پڑھنا سیکھا اور علم صرف و نحو اور دیگر علوم لغت نیز شیعہ مذہب کے مطابق اصول دین کی تعلیم حاصل کی[2]۔ جرجی زیدان نے لکھا ہے کہ

---

[1] الصبح المنبی عن حیثیۃ المتنبی صفحہ ۲۰

[2] خزانۃ الادب ج ۱ صفحہ ۳۸۲ یتیمۃ الدہر ا ۱۱۳

وہ بچپن ہی سے علم و ادب کا شائق تھا۔ اشعار کے یاد رکھنے کی بے پناہ صلاحیت رکھتا تھا۔ جب وہ تھوڑا بڑا ہوا تو اس کا باپ اس کو لے کر شام آگیا وہاں اس نے صاحبانِ علم سے کسب فیض کیا۔ سب سے پہلے عربی زبان پر عبور حاصل کیا۔ زمانۂ جاہلیت اور متقدمین کے بکثرت اشعار زبانی یاد کیے یہاں تک کہ اس کی زبان دانی کے چرچے ہونے لگے[1]۔ عمر فروخ نے بھی اس کی تائید کی ہے[2]۔ مقدمہ العرف الطیب میں ہے کہ اس نے اکابرین علمائے ادب مثل ابوالحسن اخفش، ابو اسحاق الزجاج، ابوبکر بن السراج۔ ابوبکر بن الدرید اور ابوعلی فارسی سے کسب فیض اور علمی استفادہ کیا[3]۔ وہ جیساکہ تاریخ بغداد "ابو الطیب المتنبی" نیز دیگر کتب سے پتہ چلتا ہے ۱۷ سال کی عمر میں یعنی اوائل ۳۲۱ھ میں شام پہنچا اور وہیں جوانی کی منزلوں کو طے کیا۔ شاعری نے نشو ونما پائی۔ زبان شستہ ہوئی اور نکھر گئی چنانچہ وہ عرصۂ دراز تک کسبِ علم و عربی زبان اور اس کے محاورات سیکھنے کے لئے ملک شام کے مضافات میں گھومتا پھرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کو زبان پر مہارت تامہ اور محاورات وغیرہ پر دسترس کاملہ حاصل ہو گئی۔ وہ بادیہ نشینوں کو جن کی زبان سب سے زیادہ صاف ستھری اور نکھری ہوئی تھی اپنے اشعار سناتا پھرتا اور نئے نئے محاورات اور تراکیب سیکھ کر اپنے علمی خزانے کو بڑھاتا رہتا غرضکہ وہ پندرہ سال یہاں رہا اور بادیہ نشینوں سے عموماً نیز بنی کلب سے خصوصاً بہت مانوس ہو گیا تھا[4]۔

۱؎ تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ ج ۲ صفہ ۲۸۵ ۔

۲؎ تاریخ الاداب العربیۃ ج ۲ صفہ ۴۵۸ ۔

۳؎ العرف الطیب ۔ شیخ ناصیف الیازجی ۔

۴؎ ابوالطیب المتنبی ۔ جوزف الہاشم ۱۶ ۔ ذکری ابی الطیب بعد الف عام صفہ ۴۱ ۔

وہ بچپن ہی سے اچھے اچھے اشعار، اقوال، دلچسپ محاوروں اور عمدہ کتابوں کا شائق و دلدادہ تھا[1]۔ صاحب ذکری ابی الطیب نے الیضاح المشکل کی روایت بیان کی ہے کہ وہ برابر کتابوں سے استفادہ کرتا اور شاعری و ادب سیکھتا رہا[2] خطیب بغدادی نے تنوخی سے اور انھوں نے ابوالحسن محمد بن یحییٰ علوی سے روایت کی: انہ نشاء محبًا العلم والادب وانہ تعلم القراءۃ والکتابۃ ولزم الادباء والعلماء

وہ علم و ادب کا شیدائی تھا لکھنا پڑھنا سیکھا اور ادباء و علماء کی صحبتوں کو اپنے اوپر لازم کرلیا۔

وہ بلا کا ذہین، نکتہ رس، بیدار مغز اور قوی الحافظہ تھا۔ اس کی قوت حافظہ کا اندازہ اس کے بچپن کے ایک واقعہ سے ہوتا ہے۔ وہ اکثر خالی اوقات میں ایک کتب فروش کی دکان پر بیٹھ جاتا اور کوئی نہ کوئی کتاب عاریۃً لے کر اس کا مطالعہ کرتا تھا۔ اتفاق سے ایک روز ایک شخص ابوعبیدہ کی تیس ورق کی لغت کی ایک کتاب فروخت کرنے آیا۔ متنبی نے اس سے دیکھنے کے لئے وہ کتاب مانگی اور پڑھنا شروع کردیا۔ کافی دیر کے بعد جب بیچنے والا تنگ آگیا تو جھنجھلا کر طنز میں کہا: "میاں صاحب زادے! ایک دن میں تو یہ کتاب یاد ہونے سے رہی اگر ایسا ہی شوق ہے تو اسے خریدلو ورنہ مجھے واپس کر کے چلتے بنو"۔ متنبی نے جواب دیا لیکن یہ بتائیے اگر میں اسے یاد کرچکا ہوں تو آپ کیا انعام دیں گے۔ کتب فروش نے برجستہ کہا اگر تم اس کتاب کو زبانی یاد کر چکے ہو گے تو میں یہ کتاب تم کو مفت دے دوں گا۔"

۱۔ ذکری ابی الطیب صفحہ ۴۱۔

۲۔ خطیب بغدادی ۴ ۔ ۱۰۳ ۔ ذکری ابی الطیب۔

۳۔

اس بے چارہ کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ اسے کتاب سے ہاتھ دھونے پڑ جائیں گے۔ متنبی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ معاملہ باہم طے ہوگیا۔ وراق نے اس کے ہاتھ سے کتاب لے کر زبانی سنانے کو کہا۔ اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب متنبی نے از الف تا یا پوری کتاب فر فر سنادی کہیں ذرا سا شبہ بھی نہ ہوا، چنانچہ وراق کو بے اختیار کہہ دینا پڑا۔ واللہ ما رأیت احفظ من ھذا الفتی ابن عبدان قط۔ خدا کی قسم میں نے ابن عبدان سے زیادہ قوی الحافظہ کبھی کسی کو نہ پایا۔

متنبی کے ضخیم دیوان پر نظر ڈالنے کے بعد جس طرح ہم یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ وہ شعر و شاعری میں یکتائے زمانہ و یگانہ روزگار تھا۔ اس کا کوئی ہمعصر اس کا ہم پلہ نہ تھا بالکل اسی طرح ہمیں یہ بھی کہنا پڑے گا اور درست ہوگا کہ زبان و ادب اور لغت میں بھی اس کا ہمسر و مقابل کوئی نہیں اس کو اگر اپنے دور کا امام لغت کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس کو زبان اور عربی لغت پر اس درجہ عبور تھا کہ جب اس سے کسی بات کو پوچھا جاتا تو فوراً عربوں کے کلام سے اس کی شہادت پیش کرتا۔

ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں لکھا ہے کہ ابوعلی فارسی نے جو اپنے دور کے زبردست ادیب اور متبحر عالم تھے متنبی سے پوچھا کہ فِعلیٰ کے وزن پر جمع کے کتنے الفاظ آتے ہیں، اس نے برجستہ کہا صرف دو لفظ، حجلی اور ظربی۔ علامہ موصوف کا کہنا ہے کہ میں تین شبانہ روز اسی ادھیڑ بُن میں رہا کہ کوئی تیسرا لفظ ڈھونڈ نکالوں مگر باوجود سعی بسیار کے کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

۱۔ الصبح المنبی عن حیثیۃ المتنبی صفحہ ۲۰۔

متنبی اور حاتمی کے مشہور مناظرہ میں علامہ حاتمی نے اثنائے گفتگو اس بات کا اعتراف کرلیا کہ علم لغت میں تم سے زیادہ کوئی شخص مستحق نہیں کہ اس سے غریب الفاظ کے بارے میں دریافت کیا جائے۔

شخصیت جس طرح ایک ادیب اور افسانہ نگار کی تحریریں اپنے اندر اس ادیب و افسانہ نگار کی شخصیت کو مضمر کئے ہوتی ہیں اسی طرح ایک شاعر کا کلام اس کی عادات و خصائل، نفسی کوائف، احساسات و جذبات کا آئینہ دار ہوتا ہے، اس کی شاعری اس کی شخصیت کو اجاگر کرتی اور اس کے خیالات و دلی کیفیات کی صحیح عکاسی کرتی ہے۔

جب ہم متنبی کی شاعری پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو پتہ چلتا ہے کہ وہ حد درجہ خوددار، غیور، حوصلہ مند، بیباک، نڈر اور جرأت مند تھا۔ اس کا بچپن اور نوجوانی بدوی قبائل میں گزرے تھے لہٰذا بادیہ پیمائی اور صحرانوردی نے اس کو جرأت مند، نڈر و بیباک، مصائب و آلام کے آگے سینہ سپر ہوجانے والا اور خطرات و پریشانیوں کا ہنستے مسکراتے خیر مقدم کرنے والا بنا دیا تھا۔ اس نے ۲۰، ۲۲ کی عمر کو پہنچتے ہی اپنی سطوت و اقتدار کا پرچم نصب کر دیا اور لوگوں کے دلوں میں اپنی ہیبت و شوکت اور جواں مردی و دلیری کا سکہ جما دیا اور بڑے بڑے صاحبان اقتدار مثل ابن کیغلغ کی ہجو کہہ ڈالی۔

ایک دلچسپ واقعہ ہے کہ ۳۴۲ھ میں عید الاضحیٰ کے روز اس نے حلب میں سیف الدولہ کے روبرو اپنا قصیدہ حسب عادت بیٹھ کر پڑھنا شروع کیا:

لِکُلِّ امرِیٔ من دھرہ ما تعوّدا وعادۃ سیف الدولۃ الطعن فی العدیٰ

زمانہ میں ہر شخص وہی کرتا ہے جس کا وہ خوگر ہوتا ہے اور سیف الدولہ کی عادت اپنے دشمنوں کو نیزہ مارنا ہے ابھی اس نے قصیدہ شروع کیا تھا کہ اس کے کسی دشمن

نے پکار کر کہا کہ کھڑے ہو کر پڑھو تاکہ سب کو سنائی دے ۔ اس بات سے یہ بھی ارادہ تھا کہ اگر وہ کھڑا ہو گیا تو کیا خوب اس کی شرط خود اسی کے ذریعہ ختم ہو جائے گی کہ وہ قصیدہ ہمیشہ بیٹھ کر پڑھے گا ۔ متنبی نے کڑک جواب دیا کیا تم نے سنا نہیں کہ

لکل امری من دھرہ ما تعودا

وہ شخص اپنا سا منہ لے کر رہ گیا اور متنبی نے پورا قصیدہ بیٹھ کر پڑھا ۔

وہ جب تک سیف الدولہ کا منظور نظر رہا اس کے ہمراہ تمام غزوات و جنگوں میں شریک رہا لیکن جب دشمنوں اور حاسدوں کی ریشہ دوانیوں اور چغل خوریوں کی بنا پر سیف الدولہ اس سے بدظن ہو گیا تو بھی اس نے اس کی خفگی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے سر دربار اپنا مشہور قصیدہ پڑھ کر خوب دل کی بھڑاس نکالی :

واحرَّ قلباہ ممّن قلبہ شبمُ　　وَمَن بجسمی وحالی عندہ سَقَمُ

افسوس ہے کہ میرا دل اس شخص کی آتش محبت میں جل رہا ہے جس کے دل میں میری محبت سرد ہو چکی ہے اور جس کے لئے میرا جسم بیمار و ناتواں ہے ۔

وہ اپنی خودسری کی وجہ سے ہمیشہ ہمچو من دیگرے نیست کا زعم باطل رکھتا تھا ۔ اسی وجہ سے وہ اپنے آپ کو تمام شعراء سے بالاتر سمجھتا تھا ۔ کافور سے مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے :

وفوادی مِنَ الملوکِ وان　　کانَ لِسانی　　مِنَ الشُّعراء

میرا دل شاہانہ ہے اگرچہ میری زبان شاعروں کی سی ہے (شاعرانہ ہے)

وَلکِنَّ قلبًا بین جنبی مالہُ　　مدی ینتھی بی فی مرادٍ احُدُّہُ

مگر وہ دل جو میرے پہلو میں ہے اس کے لئے آرزوؤں اور امیدوں کی کوئی انتہا نہیں ۔

اس کی خودسری و خود بینی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے :

امط عنك تشبيهي بما وكانہ　　فما احدٌ فوقي ولا احدٌ مثلي

تو میری تشبیہ دینے کا خیال لفظ "ما" و "کان" سے چھوڑ دے اس لئے کہ نہ کوئی شخص مجھ سے بالاتر ہے اور نہ مجھ جیسا۔

بلکہ اس سے بھی زیادہ ملاحظہ ہو:

ای محل ارتقی　　ای عظیم اتقی

وکل ما قد خلق اللہ　　وما لم یخلق

محتقر فی ہمتی　　کشعرۃ فی مفرقی

میں کس بلند مرتبہ پر ترقی کروں اور کس بڑے شخص سے ڈروں حالانکہ دنیا میں جو چیزیں خدا نے پیدا کی ہیں وہ سب میرے عزم و حوصلہ کے آگے اس طرح بے وقعت ہیں جیسے میری مانگ کا بال۔

اس کی خودداری اس حد کو پہنچی تھی کہ شیراز سے واپس کوفہ جاتے ہوئے اگرچہ ابو نصر محمد الجبلی نے اس کو فاتک بن ابی الجہل اور اس کے ساتھیوں کے عزم فاسد سے متنبہ کر دیا تھا لیکن پھر بھی وہ بغیر کسی مدد کے کوفہ چل پڑا۔ حب جاہ و خواہش مال و زر کس میں نہیں ہوتی ہے، بڑے بڑے لوگ اسی کے پیچھے ہدف ملامت بنے۔ اگر متنبی میں بھی کہیں حب جاہ و بے جا طلب کی خواہش نہ ہوتی جس کے نیچے انھوں نے امراء و سلاطین کی اکثر اوقات سچی جھوٹی تعریفیں کیں تو وہ یقیناً بہت بلند اخلاق و اعلیٰ کردار کا مالک ہوتا!

وہ بدخو اور ذلیل اخلاق والا نہ تھا علی بن حمزہ البصری کا جو متنبی کے دیوان کا راوی ہے کہنا ہے:

۱- الصبح المنبی عن حیثیۃ المتنبی صفحہ ۹۵

بلوتُ مِنْ ابی الطیب ثلاث خلال محمودة وتلك انه ماكذب ، ولا زنی ولا لاط وبلوتُ منه ثلاث خلال مذمومة وتلك انه ماصام ولا صلی ولا قراء القرآن[1]

میں نے ابوالطیب میں تین صفات حمیدہ پائی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اس نے کبھی جھوٹ نہ بولا ، زناکاری نہ کی ، نیز لواطت کا مرتکب نہ ہوا اور اس میں تین برائیاں پائیں کہ نہ روزہ رکھا نہ کبھی نماز پڑھی اور نہ قرآن پڑھا ۔

الخصائص لابن جنی میں ہے :

ماعرفت المتنبی الا صادقاً میں نے ہمیشہ متنبی کو صادق القول پایا ۔

ابن فورجہ کا کہنا ہے :

کان المتنبی داهیة مُرّ النفس شجاعاً حافظاً للادب عارفاً باخلاق الملوك[2]

وہ ہمیشہ دنائت سے اجتناب کرتا ۔ مندرجہ ذیل اشعار میں وہ عیش وطرب اور مجالس نشاط سے بچنے کا تذکرہ کر رہا ہے :

وترى المروة والفتوة والابو ة فی کلّ ملیحة ضراتها
هنّ الثلاث المانعاتی لذّاتی فی خلوتی لا الخوف من تبعاتها

میری جواں مردی نوجوانی اور خودداری کو ہر محبوبہ اپنی موت سمجھتی ہے ۔ یہی تینوں چیزیں میری خلوت میں مجھ کو عیاشی سے روکنے والی ہیں نہ کہ وہ خوف جو عیاشی ولذت اندوزی کے انجام بد سے پیدا ہوتا ہے (یعنی میں گناہ کے عواقب

۱۔ الصبح المنبی عن حیثیة المتنبی صفحہ ۹۴ ۔
۲۔ " " " " ۹۵ ۔

کیا ہے :

وَاِنَّ احق باللوم شاعر　　یلوم علی البخل الرجال ویبخل

لوگوں میں سب سے زیادہ مستحق ملامت وہ شاعر ہے جو دوسروں کو بخل پر ملامت کرے اور خود کنجوس ہو۔

اس کی وجہ بھی ایک واقعہ سے معلوم ہوگی ۔ ایک بار متنبی کے ایک دوست نے اس سے کہا بھلا بتاؤ تم خود اپنے اس شعر میں کنجوسی کی مذمت کرتے ہو لیکن تمہاری خود کی کنجوسی کے قصے لوگوں میں مشہور ہیں :

ومن ینفق الساعات فی جمع ماله

مخافة فقر فالذی فعل الفقر

جو شخص مفلسی کے ڈر سے اپنی ساری عمر مال جمع کرنے میں صرف کرے تو اس کا یہ فعل بجائے خود فقر ہے یعنی اس کی ساری عمر فقیری اور مفلسی میں گزرے گی ۔

اس نے اس حرص وکنجوسی کی وجہ بتاتے ہوئے کہا بھائی دراصل معاملہ یہ ہے کہ میں نے بازار میں ایک روز تربوز دیکھا ۔ قیمت پوچھی تو دوکاندار نے مجھے مفلس جان کر بڑی لاپروائی سے کہا جاؤ جاؤ تمہارے کھانے کی چیز نہیں ہے ۔ میں نے اس کے عوض اُسے پانچ درہم دینے چاہے مگر وہ راضی نہ ہوا ۔ ابھی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ایک مالدار شخص آیا اس نے وہ تربوز اس کو دو درہم میں دیدیا ۔ میں نے اس سے کہا کہ مجھے تو پانچ درہم میں نہ دیا اور اسے دو درہم میں دیدیا ۔ جس پر اس نے کہا :

اسکت هذا یملك مائة الف دینار[1] چپ رہو یہ شخص لکھ پتی ہے ۔

۱۔ ذکری ابی الطیب بعد الف عام صفحہ ۸۷ ۔ ۲۸۶

نعلمت ان الناس لایکرمون احدا اکرامھم من یعتقدون انّہ یملک مئة الف دینار۔ وانا لا ازال علی ماتراہ حتی اسمع الناس یقولون ان ابا الطیب قد ملک مئة الف دینارا[1]۔

میں نے اس وقت سے سمجھ لیا کہ انسان کی وقعت وعزت پیسے سے ہوتی ہے جب تک وہ یہ نہ جان لیں کہ وہ لکھ پتی ہے اب میں برابر اسی حالت (بخل) میں رہوں گا یہاں تک کہ لوگ (سمجھ لیں) کہنے لگیں کہ ابوالطیب لکھ پتی ہوگیا۔

برائیاں نہ کرنا اور غلطیوں وگناہوں سے مامون ومحفوظ رہنا صرف فرشتوں کی سرشت ہے۔ حضرت انسان تو خیر وشر کا مجموعہ ہیں۔ ان میں جس طرح بھلائی کرنے کا مادہ ہے اسی طرح برائی کا بھی۔ کمزوریوں اور لغزشوں سے کسی انسان کو مفر نہیں۔ اس میں جہاں کچھ برائیاں تھیں وہیں اس میں شبہ نہیں کہ وہ سچا، بے باک پاک دامن وجری تھا۔ اپنے قول وفعل میں تضاد کو ناپسند کرتا۔ وہ رائے وعمل میں آئین جواں مردی حق گوئی و بے باکی کو مشعل راہ بنائے ہوئے تھا۔ نیز خودداری، مصائب وآلام پر ثابت قدمی وغیرہ جیسی خوبیوں سے متصف تھا۔

شادی

اس بات کا کوئی بین ثبوت نہیں ہے کہ اس نے کب اور کہاں شادی کی لیکن قرین قیاس یہ ہے کہ ۳۲۹ھ سے ۳۳۷ھ کے درمیانی وقفہ میں کی۔ کیوں کہ ۳۳۹ھ میں ایوب بن عمران کی شان میں قصیدہ کہا جس کا مطلع ہے

سرب محاسنہ حُرِمت ذواتہا
دانی الصفات بعید موصوفاتہا

۱۔ الصبح المنبی عن حیثیة المتنبی صفہ ۹۵۔

میری معشوقہ عورتوں کے ایک گروہ کی طرح ہے جن کی خوبیاں ایسی ہیں کہ میں ان صاحبان کمال سے دور ہوں یعنی ان تک میری رسائی نہیں ۔ وہ گروہ صفات کے اعتبار سے میرے نزدیک ہے کہ میں اس کے اوصاف بیان کرتا رہتا ہوں مگر وہ عورتیں خود مجھ سے دور ہیں ۔

آخر میں کہتا ہے :

فی الناس امثلۃ تدور حیاتہا
کمماتہا ومماتہا کحیاتہا

هبت النکاح حذار نسل مثلہا
حتی وفرت علی النساء بناتہا

لوگوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو مارے مارے پھرتے ہیں ان کی زندگی موت کی طرح اور موت زندگی کی طرح ہے ۔ ایسی ناکارہ نسل کے خوف سے میں نکاح سے ڈر گیا حتیٰ کہ بہت سی عورتوں کی بیٹیاں گھر بیٹھی رہ گئیں ۔

(باقی آئندہ)

تفسیر ابن کثیر
۳۵ جلدوں میں مکمل
قیمت دو سو پچاس روپے
مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی

وشوابھارتی یونیورسٹی کے
فارسی، عربی اور اردو مخطوطات

عبدالوہاب بدرستوی، سنٹرل لائبریری وشوابھارتی یونیورسٹی شانتی نکیتن مغربی بنگال

جامع القوانین[1] مصنف خلیفہ شاہ محمد، صفحات ۸۴، کتابت خط شکستہ، کاتب و مالک نسخہ سید قادر بخش، سالِ کتابت ۱۲۰۰ سنہ بنگلہ (فی الحال ۱۳۹۰ سنہ بنگلہ ۱۹۸۴ء)

عنوانات و متون کی کتابت میں سرخ و سیاہ روشنائی کی تخصیص کا لحاظ کاتب نے نہیں کیا۔ کہیں کہیں اسپِ قلم کی رفتار اتنی تیز ہوگئی کہ متن کا پورا صفحہ سرخ روشنائی کی زد میں آگیا ہے۔

خلیفہ شاہ محمد نے اپنی اس کتاب کو دیباچہ، چار فصلوں اور خاتمہ کتاب کی ترتیب کے ساتھ فنِ انشا پر ۱۰۸۵ھ ۱۶۷۴ء میں مرتب کیا تھا لیکن پیشِ نظر نسخہ ابتدا سے مکتوب چہارم اور اخیر کا کچھ حصہ ناقص ہونے کے باوجود جتنا کچھ موجود ہے بہتر حالت میں ہے۔ اختصاراً چند مخصوص عنوانات مع مجمل تعداد ذکر کئے جاتے ہیں:

فصل اول۔ مکتوب پنجم تا بیست و ششم

فصل دوم۔ در رقعات: رقعہ اول تا رقعہ چہل و چہارم (مطبوعہ میں چوّن ۵۴ رقعات ہیں)

---

[1] منشی نولکشور ۱۸۸۸ء کا طبع شدہ۔

فصل سوم ۔ مشتمل بر دو قسم : قسم اول در مکاتبات تہنیت آمیز (مکاتبہ اول تا چہارم)
قسم دوم در مکاتبات تعزیت انگیز (مکاتبہ اول تا سوم)

فصل چہارم ۔ در القاب و آداب (کل ۲۷ نمونے ہیں لیکن مطبوعہ میں ۲۳ ہیں)

خاتمۂ کتاب ۔ مشتمل بر چندی از قوانین :

قانون اول در ترقیم آداب و ورود فرامین
(کل ۵ نمونے ہیں لیکن مطبوعہ میں صرف ۳ ہیں)

قانون دوم در اعداد اسامی مکاتبت

قانون سیوم در بیان الفاظ وصول مکاتبت

قانون چہارم در تعداد نوشتن مکتوب الیہ

قانون پنجم در ترقیم حقائق حالات

قانون ششم در تعداد الفاظ

(مطبوعہ میں ساتواں قانون بھی ہے)

خلیفہ شاہ محمد نے اپنے اس مجموعہ کو احباب کے اصرار پر مرتب کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں :

"وفور خواہش دوستان محبت اساس دقیقہ شناس کہ ہنگامۂ موافقت گرم می داشتند و تخم مصادقت در مزرع دل ہا کاشتند بر آں آوردکہ باجتماع مکاتیب مرسولہ کہ بخدمت بزرگان و عزیزاں اتفاق افتادہ بود بپردازد[۵]"

دیباچہ کی مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ موصوف سے اُن کے دوستوں

---

۵ جامع القوانین : ص ۳ (مطبوعہ نولکشور)۔